Research Journal of Islamic Studies

Volume: 2 Issue: 1

Jan-Jun 2025

Page No: 38-48

The Govt. Sadiq College Women University Bahawalpur

https://journals.gscwu.edu.pk/index.php/mishkat-ulilm/about

نکاح اور اس کے بنیادی مسائل: غیر اسلامی رسوم کا تجزیہ

Marriage and its Basic Problems: An Analysis of Non-Islamic Customs

Tahira Majeed
CTI Teacher, Govt Associate College for Women Lodhran
Email: tahiramajeed645@gmail.com
ORCID: 0000-0001-9381-2320

Abstract

Marriage (Nikah) in Islam is a sacred contract designed to foster love, tranquility and social stability. It places an emphasis on mutual consent, simplicity and religious compatibility and is rooted in Quranic commands and Prophetic traditions. However, contrary to Islamic teachings, many Muslim communities today have incorporated un-Islamic practices like extravagant dowries, forced engagements and excessive wedding rituals. This article examines the core principles of Islamic marriage, including its spiritual significance, the necessity of Mahr(dowry), and the importance of Walima(wedding feast). It also critiques prevalent cultural practices—such as Jahez (dowry demands), lavish ceremonies, and unnecessary pre-wedding customs—that burden families financially and deviate from the Sunnah. The Islamic framework for marriage represents a structured institution that serves as the cornerstone of human society. When this system operates seamlessly, it safeguards the community from social corruption and instability. Conversely, any disruption within this framework can lead to widespread societal challenges. To address these concerns, Islamic teachings provide a comprehensive and systematic approach to marriage, offering solutions to many contemporary issues that may otherwise appear unresolved. Islam emphasizes the sanctity of the marital relationship by granting it legal and moral recognition, positioning it as a fundamental prescribed societal value. Through the institution of marriage, specific guidelines to strengthen this bond and achieve its core objectives, while discouraging excessive and unnecessary emotional indulgence. The Qur'an and Hadith underscore the importance of fostering a morally upright society by advocating chastity and legitimizing intimate relationships within the bounds of marriage. This approach not only fulfills the human need for sexual fulfillment but also ensures the protection of lineage and the continuation of life, thereby contributing to societal stability and harmony. By contrasting Islamic guidelines with modern deviations, the study highlights the need to revive Prophetic simplicity, eliminate harmful traditions, and align marital practices with Shariah. The findings advocate for a return to Quranic values, promoting affordable, dignified marriages that uphold Islamic ethics while rejecting innovations (Bid'ah) and pressures from society.

Keywords: Marriage of Choice, Islamic Concept, Financial Burdens, Social Evils, Islamic Marriage Framework

تعارف

اسلام کا نظامِ نکاح ایک ایسا منظم ادارہ ہے جو انسانی اجتماعیت کی شہ رگ ہے۔ اگر اس میں کوئی کمی یا کوتاہی نہ ہو تو معاشرہ ہر قسم کے فتنہ و فساد سے محفوظ رہے گا۔ لیکن اگر اس میں کوئی نقص پیدا ہو گیا تو اس کے اثرات و نتائج پورے معاشرے کو اثر انداز کریں گے۔ اسی لیئے نکاح کے بارے میں اسلامی تعلیمات اس قدر مفصل اور عمدہ ہیں کہ اگر ان کو اپنا لیا جائے تو موجودہ دور میں پیش آنے والے بعض ایسے مسائل جو کہ بڑھتے جا رہے وہ سب خود بخود درستگی کی راہ پر آ جائیں گے۔

اسلام نے مرد و عورت کے رشتے کو معاشرتی قدر کے طور پر قانونی اور اخلاقی تحفظ دے کر نکاح سے آگاہ کیا ہے اور ایسے طریقے سکھائے ہیں جو اس رشتہ کی پختگی میں اور اس کے اہم مقاصد کے حصول میں مددگار ثابت ہوتے ہیں اور ایسے غلط تعلقات سے منع کر دیا جو شریعت کی نظر میں ناجائز ہیں۔ قرآن و حدیث میں معاشرتی پاکیزگی کی فضاء کو قائم کرنے کے لیئے عزت و آبیاری کو بنیاد بنا کر مرد و عورت کے جنسی تعلق کو قانونی شکل دینے کی اہم وجہ جنسی آسودگی کے ساتھ، حفاظت نسل اور زندگی کے تسلسل کو باقی رکھنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے لیے کچھ حدود و قیود لگا دیں، انسان جب ان حدود سے باہر نکل کر سوچتا ہے تو اس کا نفس اسے جنسی آوارگی اور بے راہ روی پر ابھارتا ہے جس سے اخلاقیات کا خاتمہ ہو تا ہے اور شیطانی قوتیں اسے انسانیت کے درجے سے گرا کر حیوانیت کے درجے پر لے آتی ہیں۔ جو اس کے اشرف المخلوقات ہونے کی فضیات کو عیب دار بنا دیتی ہیں۔ اسلام نے نفس کی سرکشی اور نفسانی خواہشات کا فطری اور جائز راستہ نکاح کی صورت میں دے دیا تا کہ انسان اعتدال و توازن کے ساتھ زندگی گزارے اور ناجائز تعلقات و منفی راستوں سے دور رہے۔ کیونکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ انسان کے اندر جو طبعی تقاضے رکھے گئے ہیں ان میں عورتوں کی طرف رغبت ایک فطری تقاضا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ۔[1]

"لوگوں کے لیے نفسانی خواہشوں کی محبت مزین کی گئی ہے، جیسے عورتیں۔"

لوگوں کی عورتوں میں رغبت اور ان کی طرف قلبی میلان فطرتاً ان میں ودیعت کر دیا گیا ہے۔ اپنی پسند اور محبت کا قرب حاصل کرنے کے لیئے انسان غلط راستہ کا انتخاب کر سکتا ہے جو اس کے لیئے شرعاً اور عقلاً ناجائز ہے اور اگر اسے کہا جائے کہ وہ اپنی نفسانی خواہشات کو قابو میں رکھے اور عورتوں کی طرف بالکل متوجہ نہ ہو تو یہ بھی ناممکن ہے۔ اسلام نے میانہ روی کو اختیار کرتے ہوئے مرد اور عورت کے درمیان ایک قانونی اور شرعی رشتہ نکاح کی صورت میں رکھ دیا۔ آج کل نجی زندگی اور پسند کے نام پر مغربی دنیا میں غیر فطری مسائل بڑھتے جا رہے ہیں۔ زیر نظر آرٹیکل میں ان کا شرعی جائزہ لیا گیا ہے۔

نکاح اور اس کے بنیادی مسائل

نکاح اسلام میں ایک مقدس بندھن اور اللہ کی عظیم نعمت ہے جو بے شمار روحانی، اخلاقی اور معاشرتی فوائد کا حامل ہے۔ یہ نہ صرف جائز تعلقات کا ذریعہ ہے بلکہ انسان کو فحاشی اور برائیوں سے بچاتا ہے۔ نکاح سے انسان کو سکون قلب میسر آتا ہے، جیسا کہ قرآن پاک میں ارشاد ہے: "وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُم مِّنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوا إِلَيْهَا"۔ یہ رزق میں برکت کا باعث بنتا ہے اور اولادِ صالحہ کے ذریعے انسان کی نیکیوں کو جاری و ساری رکھتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کو نصف دین قرار دیا ہے، کیونکہ یہ انسان کو بہت سے گناہوں سے محفوظ رکھتا ہے۔ مزید بر آں، نکاح خاندانی نظام کو مضبوط بناتا ہے اور معاشرے میں امن و سکون کا ذریعہ بنتا ہے، جس سے پورا معاشرہ مستحکم ہوتا ہے۔

نکاح مرد اور عورت کے درمیان جائز تعلقات کی بنیاد رکھتا ہے۔ اس کے بنیادی مسائل میں رضامندی، مہر کی ادائیگی، گواہان کی موجودگی، اور

شرعی حدود کا خیال رکھنا شامل ہیں۔ نکاح کے لیے لڑکے اور لڑکی کی آزادانہ رضامندی ضروری ہے، جبکہ ولی کی موجودگی بھی بعض فقہی آراء کے مطابق لازمی ہے۔ مہر عورت کا حق ہے جو اسے نکاح کے وقت یا بعد میں ادا کیا جاتا ہے۔ نکاح کے بعد دونوں فریق کے حقوق و فرائض واضح ہوتے ہیں، جن میں باہمی عزت، نان نفقہ، اور اچھے سلوک جیسے امور شامل ہیں۔ نکاح کو آسان بنانے اور اس میں تاخیر یا پیچیدگیوں سے بچنے کی اسلام میں خاص ہدایات دی گئی ہیں۔

اسلام میں نکاح کو سادگی اور آسانی سے انجام دینے کی تلقین کی گئی ہے لیکن موجودہ دور میں اس میں غیر اسلامی رسوم کا اضافہ ہو گیا ہے جو شریعت کے خلاف ہیں۔ یہ رسومات جیسے مہنگی باراتیں، جہیز کا مطالبہ، مہندی اور ابٹن جیسی تقریبات، ناچ گانا، اور فضول اخراجات، نہ صرف اسلامی تعلیمات کے منافی ہیں بلکہ معاشرے پر بوجھ بھی بن چکی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "سب سے بابرکت نکاح وہ ہے جو سب سے کم خرچ اور آسان ہو"۔ لیکن آج کل شادیوں میں ہندوانہ اور مغربی رسومات کی نقالی کی جاتی ہے، جس کی وجہ سے غریب خاندانوں کے لیے نکاح مشکل ہو گیا ہے۔ اسلام میں نکاح کا مقصد فطری ضرورت پوری کرنا اور پاکیزہ تعلقات قائم کرنا ہے نہ کہ نمود و نمائش یا قرضوں میں ڈوبنا۔ لہٰذا مسلمانوں کو ان غیر اسلامی رسومات سے اجتناب کرنا چاہیے اور سنت نبوی ﷺ کے مطابق سادگی سے نکاح کرنا چاہیے۔ ذیل میں ان تمام غیر اسلامی رسوم کو یوں پیش کیا گیا ہے:

1۔ نکاح کے لیے فریقین کی رضامندی

2۔ مسلمان کا اپنی بیٹی کو خود نیک مرد پر نکاح کے لیے پیش کرنا

3۔ طاقت سے زیادہ حق مہر مقرر کرنے کی ممانعت

4۔ مہنگی شادی اور فضول خرچی سے بچاؤ

5۔ حق مہر اور اس کی بروقت ادائیگی

6۔ جہیز کی لعنت

1۔ نکاح کے لیے فریقین کی رضامندی: اسلام میں نکاح کی بنیادی شرط فریقین کی مکمل رضامندی ہے، خواہ لڑکا ہو یا لڑکی۔ شریعتِ اسلامیہ نے زبردستی کی شادی کو سختی سے ممنوع قرار دیا ہے۔ لڑکی کے ولی کو بھی یہ حق حاصل نہیں کہ وہ جبراً کسی کے ساتھ اس کا نکاح کر دے، بلکہ لڑکی کی صریح رضامندی ضروری ہے۔ اسی طرح لڑکے پر بھی یہ لازم ہے کہ وہ دل سے راضی ہو کر نکاح کرے، نہ کہ خاندانی یا معاشرتی دباؤ میں آکر۔ فریقین کی آزادانہ مرضی کے بغیر کیا گیا نکاح درحقیقت نہ صرف غیر شرعی ہے بلکہ ایسا نکاح خاندانی مسائل کا بھی باعث بنتا ہے۔ قرآن نکاح کے لیے فریقین کی رضامندی کی اہمیت پر زور دیتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِیَسْكُنَ اِلَیْهَا۔[2]

"وہ وہی ہے جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑ بنایا تاکہ وہ اس سے آرام پائے۔"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

الدُّنْیَا كُلُّهَا مَتَاعٌ وَّ خَیْرُ مَتَاعِ الدُّنْیَا الْمَرْأَةُ الصَّالِحَةُ۔[3]

"پوری دنیا انسان کے لیے سرمایہ ہے اور دنیا کا سب سے بہترین سرمایہ نیک وصالح شریک حیات ہے۔"

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

لَا تُنْكَحُ الْأَيِّمُ حَتَّى تُسْتَأْمَرَ، وَلَا تُنْكَحُ الْبِكْرُ حَتَّى تُسْتَأْذَنَ قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَكَيْفَ إِذْنُهَا؟ قَالَ أَنْ تَسْكُتَ۔[4]

"بیوہ کا نکاح اس کے مشورہ کے بغیر نہ کیا جائے اور نہ دوشیزہ کا بغیر اس سے اذن کے نکاح کیا جائے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! اذن کیا ہے؟ فرمایا اس کا خاموش رہنا ہی اذن ہے۔"

ایک دوسری روایت میں ہے:

عن خنساءِ بنتِ خدامِ الأنصاريةِ أنَّ أباها زوَّجها وهي ثيِّبٌ فكرهت ذلك فأتتِ النبيَّ صلَّى اللهُ عليْهِ وسلَّمَ فردَّ نكاحَه۔[5]

"سیدہ خنساء بنت خزام رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ان کے والد نے ان کی اجازت کے بغیر ان کا نکاح کسی کے ساتھ کرا دیا۔ اس سے پہلے ان کا ایک نکاح ہو چکا تھا۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں۔ تب سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اس نکاح کو تڑوا دیا۔"

سیدنا عبد اللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ایک نوجوان لڑکی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئی اور عرض کیا: میرے باپ نے اپنے بھتیجے سے میرا نکاح کرا دیا تاکہ اس کے پست مقام کو قدرے بلند کرے۔ سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارے میں اس کو اختیار عطا فرمایا کہ چاہے تو نکاح کو برقرار رکھے اور چاہے تو ختم کر دے لیکن لڑکی نے اپنے باپ ہی کے اقدام کی تائید کی اور کہنے لگی: میں دنیا جہان میں عورتوں کو یہ بتانا چاہتی تھی کہ باپ جو یہ حرکت کرتے ہیں انہیں اس کا کوئی حق نہیں ہے۔[6]

یہ احادیث واضح کرتی ہیں کہ اگر دو افراد کے درمیان محبت ہو، تو انہیں نکاح کے ذریعے اس تعلق کو پاکیزہ اور جائز بنانا چاہیے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نکاح کے لیے اپنی رضامندی کا اظہار کرنا اسلام میں جائز ہے بشرطیکہ وہ شریعت کے دائرے میں ہو۔

لہذا والدین کو چاہیے کہ رشتہ طے کرتے وقت اولاد کی پسند اور ناپسند کا خصوصی خیال رکھیں کیونکہ ہمارے معاشرے میں اکثر والدین کپڑے، جوتے، گھر، دکانیں اور دیگر اشیاء خریدتے وقت تو سو بار پسند و ناپسند کا خیال رکھتے ہیں لیکن اولاد کی شادی کرتے وقت اپنی مرضی کے رشتے ان پر مسلط کرتے ہیں۔ لہٰذا نکاح پسند کا ہی کرنا بہتر ہے تاکہ میاں بیوی اپنی پوری زندگی اچھے طریقے سے گزار سکیں۔

2۔ مسلمان کا اپنی بیٹی کو خود نیک مرد پر نکاح کے لیے پیش کرنا: اسلام میں والدین کا یہ سنت طریقہ ہے کہ وہ اپنی نیک بیٹی کو کسی صالح اور دیندار مرد کے سامنے نکاح کے لیے پیش کریں، جیسا کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں ہوا۔ یہ عمل درحقیقت ایک نیک اور پسندیدہ اسلامی روایت ہے بشرطیکہ بیٹی کی مکمل رضامندی شامل ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **"جب تمہارے پاس وہ شخص آئے جس کے دین اور اخلاق سے تم مطمئن ہو تو اپنی بیٹی کا نکاح اس سے کر دو"**۔ تاہم والدین کو چاہیے کہ وہ بیٹی کی مرضی کے بغیر کوئی فیصلہ نہ کریں، کیونکہ نکاح میں لڑکی کی رضامندی شرط ہے جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ کنواری لڑکی سے اس کی اجازت لی جائے۔ اس طرح والدین اپنی بیٹی کے لیے اچھے رشتے کی تلاش کر سکتے ہیں لیکن آخر میں فیصلہ بیٹی کی مرضی پر چھوڑنا چاہیے تاکہ نکاح کی برکات حاصل ہوں۔

اس مسئلہ کے متعلق چند قرآنی آیات درج ذیل ہیں:

وَلَمَّا وَرَدَ مَاۗءَ مَدْيَنَ وَجَدَ عَلَيْهِ اُمَّةً مِّنَ النَّاسِ يَسْقُوْنَ ڛ وَوَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمُ امْرَاَتَيْنِ تَذُوْدٰنِ ۚ قَالَ مَا خَطْبُكُمَا ۭ قَالَتَا لَا نَسْقِيْ حَتّٰى يُصْدِرَ الرِّعَاۗءُ ۫ وَاَبُوْنَا شَيْخٌ كَبِيْرٌ فَسَقٰى لَهُمَا ثُمَّ تَوَلّٰٓى اِلَى الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ اِنِّىْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌ فَجَاۗءَتْهُ اِحْدٰىهُمَا تَمْشِيْ عَلَي اسْتِحْيَاۗءٍ ۡ قَالَتْ اِنَّ اَبِيْ

يَدْعُوْكَ لِيَجْزِيَكَ اَجْرَ مَا سَقَيْتَ لَنَا ۚ فَلَمَّا جَآءَه وَقَصَّ عَلَيْهِ الْقَصَصَ ۙ قَالَ لَا تَخَفْ ۖ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ قَالَتْ اِحْدٰىهُمَا يٰٓاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ ۖ اِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِىُّ الْاَمِيْنُ قَالَ اِنِّىٓ اُرِيْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ اِحْدَى ابْنَتَىَّ هٰتَيْنِ عَلٰٓى اَنْ تَاْجُرَنِىْ ثَمٰنِىَ حِجَجٍ ۖ فَاِنْ اَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ ۖ وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ اَشُقَّ عَلَيْكَ ۚ سَتَجِدُنِىٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ قَالَ اِنِّىٓ اُرِيْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ اِحْدَى ابْنَتَىَّ هٰتَيْنِ عَلٰٓى اَنْ تَاْجُرَنِىْ ثَمٰنِىَ حِجَجٍ ۖ فَاِنْ اَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ ۖ وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ اَشُقَّ عَلَيْكَ ۚ سَتَجِدُنِىٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ۔[7]

"اور جب موسیٰ (علیہ السلام) مدین کے پانی (کے کنویں) پر پہنچے تو وہاں لوگوں کا ایک مجمع دیکھا کہ وہ (اپنے چوپایوں کو) پانی پلا رہے ہیں اور ان لوگوں کے ایک طرف دو عورتوں کو دیکھا کہ وہ اپنی بکریوں کو روکے کھڑی ہیں۔ موسی نے ان سے پوچھا کہ تمہارا کیا معاملہ ہے؟ انہوں نے کہا کہ جب تک چرواہے (اپنے جانوروں کو) پانی پلا کر چلے نہ جائیں ہم پانی نہیں پلاتے اور ہمارے والد بہت بوڑھے ہیں۔ تو (یہ سن کر) موسی نے ان کے لیے پانی کھینچ کر بکریوں کو پلا دیا۔ پھر وہاں سے ہٹ کر سایہ میں جا بیٹھے اور کہنے لگے کہ اے پروردگار! اس وقت جو نعمت بھی میری طرف نازل کرے میں اس کا محتاج ہوں۔ (تھوڑی دیر کے بعد) ان عورتوں میں سے ایک شرم کے ساتھ چلتی ہوئی موسی کے پاس آئی (اور) کہنے لگی کہ آپ کو میرے والد بلا رہے ہیں۔ تا کہ تم نے جو ہمارے لیے پانی پلایا ہے اس کی اجرت آپ کو دیں۔ پھر جب موسیٰ ان لڑکیوں کے والد شعیب کے پاس آئے اور ان سے اپنا حال بیان کیا تو انہوں نے (تسلی دی اور) کہا کہ کچھ خوف نہ کرو کہ اب تم ظالم لوگوں سے بچ آئے ہو! ایک لڑکی نے کہا ابا جان! آپ ان کو نوکر رکھ لیجیے کیونکہ اچھا نوکر وہی ہے جو طاقت ور اور امانت دار ہو۔ انہوں نے موسیٰ سے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ میں اپنی دو بیٹیوں میں سے ایک کا تمہارے ساتھ نکاح کر دوں اس شرط پر کہ تم آٹھ برس میری خدمت کرو۔ اور اگر پورے دس کر دو تو وہ تمہاری طرف سے احسان ہو گا۔ اور میں اس معاملہ میں تم پر کوئی مشقت ڈالنا نہیں چاہتا۔ تم مجھے ان شاء اللہ نیک لوگوں میں پاؤ گے! موسی نے کہا کہ مجھ میں اور آپ میں یہ بات پکی ہو گئی۔ میں ان مدتوں میں سے جو (مدت چاہوں) پوری کر دوں تو مجھ پر کوئی زیادتی نہیں ہونی چاہیے۔ اور ہم جو معاہدہ کرتے ہیں اس پر اللہ گواہ ہے۔"

اس طرح اس عظیم المرتبت شخصیت (سیدنا شعیب) نے جو نیکوں کے سردار تھے کوئی عامی یا معمولی آدمی نہ تھے۔ اپنی بیٹی کو سیدنا موسیٰ کے سامنے پیش کیا اور ایک سادہ ماحول میں یہ مبارک عقد عمل میں آیا۔ وہاں خاندانی رسوم یا کوئی فرسودہ رواج کار فرما نہیں تھا۔ نہ ہی قدم قدم پر دشوار گزار رکاوٹیں کھڑی ہو رہی تھیں۔ اس والد بزرگوار نے فرسودہ رسوم کو دیوار پر مار دیا اور جب انہیں پتہ چلا کہ سیدنا موسیٰ علیہ ایک امانتدار، عفت شعار، زیرک اور طاقتور مرد مومن ہیں تو آپ نے اپنی صاحبزادی کا نکاح ان کے ساتھ کرنے میں عجلت سے کام لیا اور ان کے مادی فقر اور غربی کا کوئی خیال نہیں کیا۔

نبی کریم ﷺ اور آپ کی ازواج مطہرات کا نکاح بھی اسی سادگی اور پاکیزگی کا مظہر تھا کہ آج ہم نے جن رسموں کو گلے لگایا ہے یہ تمام تر فرعونی رسوم اور جہنمی ہتھکنڈے ہیں۔ جن سے خاندان تباہ نوجوانوں کی شادیاں دن بدن دشوار اور آنے والی نسلیں برباد ہوتی جا رہی ہیں۔ آخر جاہلیت کی ان رسموں سے ہم کب بیزار ہوں گے؟

صالحین نے اپنی نیک سیرت بیٹیاں اللہ کے پاکباز بندوں کو خود سے حوالہ کی ہیں۔ میں ایک دلچسپ اور عجیب و غریب واقعہ پیش کرتی ہوں:

سیدنا عبد اللہ بن ابو وداعہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، کہتے ہیں کہ میں سیدنا سعید بن مسیب ہی کی خدمت میں حاضر رہا کرتا تھا۔ اتفاق سے میں کئی دن نہ آیا، اور آپ نے میری غیر حاضری کے بارے میں سوال کیا اب میں حاضر خدمت ہوا تو آپ نے پوچھا تم کہاں تھے؟ میں نے عرض کیا۔ میری اہلیہ کا انتقال ہو گیا تھا میں اس کی تجہیز و تکفین میں لگا ہوا تھا۔ آپ نے فرمایا تم نے مجھے کیوں نہیں بتایا میں بھی شریک ہو جاتا۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر میں نے اٹھنا چاہا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

کیا تم نے کوئی اور لڑکی دیکھی؟ میں نے عرض کیا: اللہ آپ کا بھلا کرے۔ بھلا مجھ سے کون نکاح کرائے گا۔ میرے پاس شاید دو یا تین درہم ہوں۔ آپ نے فرمایا میں اپنی بیٹی سے تمہارا نکاح کراتا ہوں۔ میں نے کہا۔ کیا آپ نکاح کرائیں گے؟ آپ نے کہا: ہاں! چنانچہ اسی وقت آپ نے خطبہ پڑھا۔ اللہ کی حمد و ثنا بیان فرمائی درود شریف پڑھا اور دو یا تین درہم مہر پر میرا نکاح کرا دیا۔ میں آپ کی مجلس سے اٹھا تو مارے خوشی کے مجھے کچھ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ میں کیا کروں پھر میں نے اپنے گھر کی راہ لی۔ گھر پہنچ کر میں نے چراغ جلایا۔ میرا روزہ تھا اس لیے افطار کے لیے کھانا اپنے سامنے رکھا میرا کھانا کیا تھا روٹی اور زیتون کا تیل۔ اچانک مجھے محسوس ہوا کہ کوئی دروازہ کھٹکھٹا رہا ہے۔ میں نے کہا کون ہے؟ آواز آئی میں سعید ہوں راوی کہتے ہیں کہ میں نے سعید نامی ایک ایک آدمی کا تصور کیا کہ یہ کون سعید ہو سکتا ہے؟ لیکن سعید بن مسیب کی طرف میرا ذہن بھی نہیں گیا۔ کیونکہ چالیس سال کا عرصہ ان پر ایسا گزرا کہ وہ گھر سے مسجد کے علاوہ کہیں نہیں نکلے۔ نہ کہیں گئے میں لپک کر دروازہ پر پہنچا۔ دیکھا تو سیدنا سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ تشریف فرما ہیں۔ مجھے وہم ہوا کہ شاید آپ کا ارادہ بدل گیا ہے۔ میں نے عرض کیا ابو محمد! آپ اطلاع کر دیتے تو میں خود آ جاتا۔ آپ نے فرمایا۔ نہیں! تم اس کے زیادہ مستحق تھے کہ تمہارے پاس آیا جائے میں نے عرض کیا کہئے کیا حکم ہے؟ انہوں نے فرمایا تم غیر شادی شدہ تھے۔ اب تمہاری شادی ہو گئی ہے اس لیے مجھے اچھا نہیں معلوم ہوتا کہ تم رات تنہا گزارو۔ یہ تمہاری بیوی حاضر ہے۔ میں نے دیکھا کہ آپ کی صاحبزادی یعنی میری اہلیہ آپ کے ٹھیک پیچھے کھڑی ہیں۔ آپ نے صاحبزادی کو دروازے سے اندر داخل کیا اور خود لوٹ کر تشریف لے گئے۔

سیدنا سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ کی اس صاحبزادی کے لیے خلیفہ عبد الملک بن مروان نے اپنے بیٹے ولید بن عبد الملک کے لیے پہلے پیغام بھیجا تھا۔ ان دنوں ولید ولی عہد تھا۔ لیکن سیدنا سعید رضی اللہ عنہ نے انکار فرما دیا۔

3۔ طاقت سے زیادہ حق مہر مقرر کرنے کی ممانعت: اسلام میں مہر عورت کا ایک حق ہے لیکن شریعت نے اسے معقول اور آسان رکھنے کی تلقین کی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **"بہترین مہر وہ ہے جو آسان ہو۔"** بعض لوگ معاشرتی دباؤ یا نمود و نمائش کے لیے اتنا زیادہ مہر مقرر کر دیتے ہیں جو لڑکے کی استطاعت سے باہر ہوتا ہے، جس سے نکاح میں تاخیر یا بعد میں مالی مشکلات پیدا ہوتی ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں بھی لوگوں نے مہر کی زیادتی کی تو آپ نے اس پر پابندی لگا دی تھی۔ قرآن پاک میں مہر کے بارے میں حکم ہے: **"تم جو کچھ بھی مہر مقرر کرو وہ خوش دلی سے ادا کرو"** جو واضح اشارہ ہے کہ مہر اتنا ہی ہو جو آسانی سے ادا کیا جا سکے۔ لہٰذا شادی کو آسان بنانے اور سنت پر عمل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ مہر معقول اور گھر والوں کی استطاعت کے مطابق ہو تاکہ نکاح میں برکتیں رہیں اور بعد میں کوئی مالی تنازعات پیدا نہ ہوں۔

اس مسئلہ کی وضاحت کرتے ہوئے چند احادیث مبارکہ ملاحظہ کریں:

"مبارک ہے وہ عورت کہ جس سے منگنی کرنا آسان ہو جس کا مہر دینا آسان ہو اور جس کے ساتھ حسن سلوک کرنا آسان ہو۔"[8]

ایک عورت نے خدمت گرامی میں حاضر ہو کر عرض کیا:

اے اللہ کے رسول ﷺ! میں اپنے نفس کا اختیار نبی کریم ﷺ کو دینے کے لیے آئی ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے نظر اٹھا کر اوپر سے اس کو دیکھا اور سر مبارک جھکا لیا۔ عورت دیر تک کھڑی رہی۔ تب ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! اگر آپ کو

اس کی ضرورت نہیں ہے تو میرا نکاح اس سے کر دیجئے! فرمایا: تیرے پاس مہر کے طور پر کوئی چیز بھی ہے؟ اس نے عرض کیا: میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ یہی ایک چادر ہے۔ فرمایا: گھر جا کر دیکھ شاید لوہے کی انگوٹھی ہی مل جائے۔ حسب الحکم وہ شخص گیا، لیکن کوئی چیز نہیں ملی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تجھ کو کچھ قرآن بھی آتا ہے؟ اس نے تفصیل سے بیان کیا کہ فلاں فلاں سورتیں آتی ہیں۔ فرمایا: اچھا تو جا؟ میں نے تیرا نکاح اس سے کر دیا کہ تو اس کو جتنا قرآن تجھے یاد ہے اس کی تعلیم دے دوسری روایت میں مذکور ہے کہ جاؤ میں نے تیرا اس کے ساتھ نکاح کیا تو اسے قرآن سکھادے۔[9]

سیدنا ابو سلمہ بن عبد الرحمن رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ رسول اللہ ﷺ کا مہر کتنا تھا؟ فرمایا: نبی کریم ﷺ کی بیویوں کا مہر بارہ اوقیہ اور ایک نش ہوتا تھا۔ تم کو معلوم ہے کہ نش کتنا ہوتا تھا؟ میں نے عرض کیا: نہیں۔ فرمایا: نش نصف اوقیہ کو کہتے ہیں۔ میں نے کہا: اس حساب سے پانچ سو درہم ہو گئے ۔[10]

سیدنا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو جہیز میں ایک کمبل اور ایک تکیہ دیا۔ جو اذخر (خشک گھاس) سے بھرا ہوا تھا۔

عامر بن ربیعہ کی حدیث ہے کہ بنو فزارہ کی ایک عورت نے جوتوں کے جوڑے کے بدلے میں نکاح کیا تو رسول اللہ ﷺ نے اس عورت سے فرمایا کہ کیا تم اپنے اس فیصلے پر راضی ہو۔ جوتوں کو کیا کرو گی۔ اس نے عرض کیا کہ ہاں میں خوش ہوں تو آپ نے اسے اجازت دے دی۔

چنانچہ یہ احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ مہر کی کم از کم مقدار است مال ہے جسے مال کا نام دیا جا سکے۔

احناف کے نزدیک حق مہر کی مقدار

احناف کے نزدیک مہر کی کم از کم مقدار دس درہم ہے۔ ان کی دلیل حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: عورتوں کا نکاح ولی کے علاوہ کوئی اور نہ کرے اور نہ ان کا نکاح غیر کفو میں کیا جائے۔ اور دس درہم سے کم کوئی مہر نہیں۔

مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک حق مہر کی مقدار

مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک مہر کی اتنی مقدار مقرر کی جائے جس کی کچھ نہ کچھ وقعت ہو۔

انہوں نے اپنی دلیل کو اس بناء پر راجح قرار دیا ہے کہ قرآن مجید میں اللہ کا فرمان ہے:

قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِي أَزْوَاجِهِمْ ۔[11]

"ہم نے تیرے لئے تیری وہ بیویاں حلال کر دی ہیں جنہیں تو ان کا اجر دے چکا ہے۔"

قرآن پاک کی رو سے مہر شریعت کا حق واجب ہے۔ کیونکہ اس سے شرف نکاح کا اظہار ہوتا ہے لہذا مہر کی اتنی مقدار مقرر کی جائے جس کی کچھ نہ کچھ وقعت ہو۔

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور علی رضی اللہ عنہ کی شادی میں ہم شریک تھے۔ اس سے بہتر شادی کی تقریب ہم نے نہیں دیکھی تھی۔ ہم نے ان کے بستر میں پتیاں بھر دیں۔ پھر کھجور اور کشمش اکٹھا کیا اور اس کو ہم نے تناول کیا۔ شادی کی رات ان کا بستر مینڈھے کی کھال کا بنا ہوا تھا۔

کہاں پیغمبر آخر الزمان ﷺ کی سب سے چہیتی بیٹی کی شادی میں یہ سادگی اور سولت اور کہاں امراء اور سلاطین کے یہاں ہونے والی شادیوں میں اسراف اور فضول خرچی جس نے حکومت کا سارا خزانہ خالی کیا۔ جس نے پورے ملک کو کنگال بنا کر رکھ دیا۔

4۔ مہنگی شادی اور فضول خرچی سے بچاؤ: اسلام نے شادی کو ایک آسان اور مبارک عمل قرار دیا ہے، جبکہ موجودہ دور میں مہنگے شادی کے رسومات اور فضول خرچی نے اس سنت کو ایک مشکل اور بوجھ بنا دیا ہے۔ آج کل لوگ سود پر قرضے لے کر، لاکھوں روپے ضائع کر کے شادی کی تقریبات کرتے ہیں، جو نہ صرف اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے بلکہ اللہ کی ناراضگی کا باعث بھی بنتا ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے: وَلَا

تُسْرِفُوا إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ۔ (اور فضول خرچی نہ کرو، بے شک اللہ فضول خرچوں کو پسند نہیں کرتا)۔ شادی کی تقریبات میں سادگی اختیار کرنا سنت نبوی ﷺ ہے، جیسا کہ آپ ﷺ نے خود اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی انتہائی سادگی سے کی تھی۔ لہٰذا مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ دکھاوے اور معاشرتی دباؤ سے بالاتر ہو کر شادی کو سادگی سے انجام دیں، تاکہ نہ صرف مالی بوجھ سے بچا جا سکے بلکہ نکاح کی برکتیں بھی حاصل ہوں۔

رسول اللہ ﷺ کے ایک صحابی پوری یکسوئی سے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر رہتے تھے۔ رات کو بھی آپ کے پاس رہتے تھے تاکہ اگر کوئی ضرورت در پیش ہو تو اس کی تکمیل کر سکیں۔ ایک بار رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا: تم شادی کیوں نہیں کر لیتے؟ انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ! میں فقیر آدمی ہوں، میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ بس آپ کی خدمت میں حاضر رہوں۔ نبی کریم ﷺ چپ رہے، وہ صحابی دوبارہ حاضر خدمت ہوئے آپ نے وہی سوال دہرایا۔ انہوں نے پھر وہی جواب دیا۔ پھر صحابی تھوڑی دیر سوچنے لگے پھر کہا: اللہ کی قسم! اللہ کے رسول ﷺ کو میری دنیا اور آخرت کی مصلحتوں کا اور ان چیزوں کا زیادہ علم ہے جو اللہ رب العزت کے دربار میں مجھے قریب کر سکتی ہیں۔ اور اگر تیسری مرتبہ آپ مجھ سے کہیں گے تو میں آپ کے ارشاد کی ضرور تعمیل کروں گا۔ سے۔ بالآخر تیسری مرتبہ آپ نے فرمایا: تم شادی کیوں نہیں کر لیتے؟ اس بار صحابی مذکور نے عرض کیا: نبی کریم ﷺ! میری شادی کرا دیجئے۔ آپ نے فرمایا: بنو فلاں کے پاس جاؤ اور کہو کہ اللہ کے رسول تمہیں حکم دیتے ہیں کہ اپنی کسی لڑکی سے میرا نکاح کر دو۔ صحابی نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میرے پاس تو کچھ بھی نہیں۔ (یعنی کوئی چیز میری ملکیت میں نہیں ہے) آپ نے اصحاب کرام سے فرمایا: جاؤ اپنے بھائی کے لیے ایک گٹھلی کے وزن کے برابر سونا جمع کر دو صحابہ کرام نے اس قدر سونا جمع کیا پھر اسے لے کر ان لوگوں کے پاس گئے اور اس کی شادی کرا دی۔ پھر انہوں نے مل کر ایک بکری فراہم کی اور اس کا ولیمہ کیا۔[12]

5۔ حق مہر اور اس کی بروقت ادائیگی: حق مہر اسلام میں عورت کا ایک بنیادی اور ناقابل تنسیخ مالی حق ہے جسے قرآن پاک میں "صداق" کے نام سے بیان کیا گیا ہے۔ حق مہر شادی کے وقت مرد کی طرف سے عورت کو دیا جانے والا ایک مالی حق ہے، جو اسلامی شریعت میں عورت کا قانونی اور اخلاقی حق قرار دیا گیا ہے۔ یہ مہر عورت کی عزت اور وقار کی علامت ہے اور اس کا مقصد شادی کے بندھن میں عورت کو مالی تحفظ فراہم کرنا ہے۔ مہر کی مقدار یا شکل (نقدی، جائیداد یا کوئی اور چیز) دونوں فریقین کے باہمی رضامندی سے طے کی جاتی ہے۔ اسلام میں مہر کی ادائیگی کو لازمی قرار دیا گیا ہے اور اسے شادی کا اہم جز سمجھا جاتا ہے۔ اگر مہر معجل (فوری طور پر ادا کیا جانے والا) ہو تو شوہر پر واجب ہے کہ وہ اسے فوراً ادا کرے، ورنہ وہ مؤجل (مستقبل میں ادا ہونے والا) بھی ہو سکتا ہے۔ مہر عورت کی ملکیت ہے، اور وہ اسے اپنی مرضی سے استعمال کر سکتی ہے۔ اگر مہر ادا نہ کیا جائے تو بیوی کو اس کا مطالبہ کرنے کا پورا حق حاصل ہے۔۔ بعض معاشروں میں مہر کو صرف رسمی طور پر لکھ دیا جاتا ہے اور عملاً ادا نہیں کیا جاتا، جو شرعی طور پر غلط ہے۔ شریعت نے مہر کی ادائیگی کو نکاح کے فوری بعد یا مقررہ وقت پر واجب الادا قرار دیا ہے۔ موجودہ دور میں مہر کو مؤخر کرنے یا ادائیگی میں ٹال مٹول کرنے کی بدعت نے معاشرے میں کئی مسائل کو جنم دیا ہے۔ شرعی نقطہ نظر سے مہر کی ادائیگی میں تاخیر نہ صرف گناہ ہے بلکہ یہ عورت کے حقوق کی پامالی بھی ہے۔ لہٰذا ہر مسلمان مرد پر لازم ہے کہ وہ اپنی استطاعت کے مطابق مہر معقول مقدار میں مقرر کرے اور اسے بروقت ادا کرے، کیونکہ یہ نہ صرف عورت کا شرعی حق ہے بلکہ ازدواجی زندگی میں برکتوں کا ذریعہ بھی ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَآتُوا النِّسَاءَ صَدُقَاتِهِنَّ نِحْلَةً فَإِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِنْهُ نَفْسًا فَكُلُوهُ هَنِيئًا مَرِيئًا۔[13]

"اور عورتوں (اپنی بیویوں) کو ان کے مہر خوشی سے دے دیا کرو، ہاں اگر وہ اپنی خوشی سے اس میں سے کچھ حصہ تم کو چھوڑ دیں تو اسے شوق اور خوشگواری سے کھالو۔"

صدقہ، یعنی مہر

نحلۃ، یعنی خوشی سے دینا۔

رسول اللہ ﷺ نے بھی مہر کی فوری ادائیگی پر زور دیا، چنانچہ آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مہر (زرہ کی صورت میں) فوراً ادا کریں۔ مہر کی مناسبت سے ہمیں جان لینا چاہیے کہ یہ عورتوں کا حق ہے، عورتیں اپنی دیگر املاک کی طرح اس کی بھی مالک ہوں گی۔ شوہر اس کے کل یا کسی جزء کا مالک نہیں مانا جائے گا۔ نہ ہی شوہر کو یہ حق حاصل ہو گا کہ جہیز وغیرہ کے نام پر بیوی یا ان کے سرپرستوں سے جبراً کچھ وصول کرے گا۔ اس کے برعکس رہائش کے لیے مکان فراہم کرنا مرد کا کام ہے۔ خانگی ضرورت کی ایک ایک چیز وہ مہیا کرے گا اپنی اہلیہ کے لیے کپڑے اور روزمرہ کے خرچ کی کفالت کرے گا۔ (غیر ضروری خرچ جو آج کل عورتوں کا فیشن بن گیا ہے اس کا ذمہ دار مرد نہیں ہے) ہاں اگر عورت اپنی خوشی سے مرد کو کوئی چیز سپرد کرے تو کوئی مضائقہ نہیں۔

6۔ جہیز کی لعنت: جہیز ایک غیر اسلامی اور نفرت انگیز رسم ہے جو معاشرے میں مالی بوجھ، لالچ اور عورت کے تقدس کو مجروح کرتی ہے۔ اسلام نے صرف مہر کو لازم قرار دیا ہے جو مرد پر عورت کا حق ہے، جبکہ جہیز کا مطالبہ نہ صرف حرام ہے بلکہ یہ والدین کے لیے مالی اذیت کا باعث بنتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بھی چند بنیادی ضروریات کے علاوہ کوئی جہیز نہیں دیا تھا۔ آج کل جہیز کے نام پر لڑکی کے والدین سے جبری طور پر رقم، گاڑیاں اور قیمتی سامان وصول کیا جاتا ہے، اور اگر مطالبہ پورا نہ ہو تو لڑکی کو ذہنی و جسمانی تشدد کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ یہ ظالمانہ رسم نہ صرف غریب گھرانوں کو تباہ کر رہی ہے بلکہ بے شمار لڑکیوں کو شادی کے بندھن سے محروم کر رہی ہے۔ قرآن و حدیث میں جہیز کا کوئی تصور نہیں، بلکہ یہ ہندوؤں کی ایک نفرت انگیز رسم ہے جسے مسلمانوں نے نادانستہ طور پر اپنا لیا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ معاشرہ جہیز جیسی غیر اسلامی رسومات کو ترک کرے اور نکاح کو سنت نبوی ﷺ کے مطابق سادگی سے ادا کرے۔ یہ رواج جو آجکل چل پڑا ہے کہ لڑکے والے لڑکی والوں پر بے جا دباؤ ڈالتے ہیں اور رنگارنگ کے کپڑے گھر کا اثاثہ برتن اور تحفے تحائف دلانے پر زور دیتے ہیں۔ دراصل یہ لوگوں کا مال ناحق طریقے سے کھانے کے مترادف ہے۔ اور یہ اللہ کے اس قانون کے خلاف ہے جس کو اس نے بندوں کی بھلائی کے کے لیے نافذ کیا ہے۔ اشراف اور باعزت افراد اس قسم کی اوچھی حرکتوں کو کبھی پسند نہیں کرتے۔ نہ ہی اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان لانے والا کبھی اس کو گوارا کرے گا۔

اکثر نوجوان اور دلہے یا ان کے سرپرست منہ پھاڑ کر یہ فرمائش کرتے ہیں کہ انہیں جہیز میں فلاں چیزیں درکار ہیں۔ اب لڑکی والے مجبور ہوتے ہیں کہ مہر میں جو ملنے والا ہے۔ اس سے کہیں زیادہ رقم پہلے ہی ان بے جا فرمائشوں پر صرف کریں بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ یہ بے چارے ناک تک قرضوں میں دب جاتے ہیں۔ سب سے زیادہ افسوس کی بات یہ ہے کہ جب آدمی کسی لڑکی کے ساتھ شادی کا پیغام بھیجتا ہے تو اس کا باپ زیادہ مہر اور بھاری بھر کم جہیز کا مطالبہ کرتا ہے۔ اور یہ سمجھتا ہے کہ اس کا یہ مطالبہ حق ہے۔ فطری طور پر اسے یہ سب کچھ مانگنا چاہیے آخر اس کی بیٹی ہے اور ہونے والی دلہن کو جوڑنے گھنے ساز و سامان اور بہت سارے اسباب کی ضرورت ہے۔ ڈائننگ ہال، ویٹنگ روم، بیڈ روم، ریفریجریٹر، لانڈری، قالین بلکہ اس کے ساتھ ساتھ موٹر کار اور اس کے علاوہ منگنی اور شادی کی بھی سجائی محفلیں وغیرہ۔

ہمیں سرپرستوں اور والدین کے ان ضروری اور غیر ضروری مطالبات پر ان سے الجھنا نہیں چاہیے لیکن اس سب کے مقابلہ میں ہم اس مہر اور جہیز کا ذکر ضروری سمجھتے ہیں جس کو دونوں جہاں کے سردار نبی آخر الزمان ﷺ نے اپنی سب سے چہیتی بیٹی کو دیا تھا۔ ان رسموں میں کہیں برکت نہیں ہوتی۔ کیونکہ دینے والا خوش دلی سے انہیں نہیں دیتا۔ اور شوہر بھی دباؤ ڈال کر زور زبردستی اور جبر واکراہ کا مرتکب ہو جاتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ ۙ وَّاٰتَيْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْـًٔا ۚ اَتَاْخُذُوْنَه بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِيْنًا وَكَيْفَ تَاْخُذُوْنَهٗ وَقَدْ اَفْضٰى بَعْضُكُمْ اِلٰى بَعْضٍ وَّاَخَذْنَ مِنْكُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا۔[14]

"اور اگر تم ایک عورت کو چھوڑ کر دوسری کرنا چاہو خواہ پہلی عورت کو ڈھیروں مال دے چکے ہو تو اس سے کچھ بھی واپس نہ لو۔ کیا تم کسی پر کسی قسم کا بہتان لگا کر اور صریح گناہ کے ذریعہ اپنا مال اس سے واپس لو گے اور تم دیا ہوا مال (عورت سے) کس طرح لے سکتے ہو حالانکہ تم ایک دوسرے سے بے حجابانہ مل چکے ہو اور عورتیں نکاح کے وقت تم سے مضبوط عہد بھی لے چکی ہیں۔"

جس شخص نے تھوڑا یا زیادہ جس قدر مہر پر بھی کسی عورت سے نکاح کیا اور دل میں تہیہ کر لیا کہ بیوی کے اس حق کو ادا نہیں کرے گا۔ تو یہ اس (عورت) کے ساتھ دھوکہ ہو گا اور اگر ان نے اس حق کا ادا نہ کیا اور مر گیا تو قیامت کے دن اللہ کے سامنے زناکار کے روپ میں پیش ہو گا۔
سب سے زیادہ پوری کرنے کے لائق وہ شرط ہے جس کے ذریعہ عورتوں کی شرمگاہوں کو تم نے اپنے لیے حلال بنایا (یعنی نکاح کی شرط)۔

نتائج بحث

اسلام مرد و عورت دونوں کو پسند و ناپسند کا اختیار دیتا ہے تاکہ نکاح کے بعد ناپسندیدگی کی تلخیاں پر سکون زندگی میں انتشار و اضطراب کی باعث نہ بنیں اور اولیاء کو اس مسئلہ میں عورتوں پر سختی کرنے سے منع کیا ہے۔ اور مردوں و عورتوں کو بھی یہ تلقین کی ہے کہ وہ اپنے بزرگوں کو اعتماد میں لے کر ان کی مشاورت و معاونت سے فیصلہ کریں اور ان کی وساطت سے قدم اٹھائیں تاکہ ان کی بھی دل آزاری نہ ہو اور معاشرتی زندگی صحیح خطوط پر اپنا سفر جاری کر سکے۔ اپنی پسند کی شادی کرنا بالغ لڑکی اور لڑکے کا حق ہے۔ ہمارے معاشرے میں خاندانی سطح پر بہت سی عائلی پریشانیوں کا سبب یہ ہوتا ہے کہ اپنے فرائض و واجبات اور دوسروں کے حقوق و جذبات کا خیال نہیں رکھا جاتا۔ اگر ایک دوسرے کے حقوق پتہ بھی ہوں تو ان کی ادائیگی پر کوئی خاص توجہ نہیں دی جاتی۔ والدین کے حقوق اپنی جگہ ہیں مگر ان کے ساتھ ساتھ شوہر پر اس کی بیوی اور بچوں کے حقوق بھی ہیں۔ شریعت اس بات کی کبھی اجازت نہیں دیتی کہ ایک فریق کا حق ادا ہو اور دوسرے کی حق تلفی ہو جائے۔ والدین کی نافرمانی صرف اس صورت میں ہوتی ہے جب ان کے وہ حقوق ادا نہ کیے جائیں جنہیں شریعت نے ان کے حق میں مقرر کیا ہے یا ان کی بے ادبی اور گستاخی کی جائے یا ان کی خدمت میں کوتاہی کی جائے یہی ان کا حق اور اولاد کا فرض ہے۔ اسلام نے حقوق و فرائض میں بہت خوبصورت توازن قائم کیا ہے۔ ایسا کبھی نہیں ہوتا کہ ایک کے حق کی ادائیگی میں دوسرے کا حق تلف ہو جائے۔

بد قسمتی سے ہمارے معاشرے میں نکاح کے ساتھ کئی ایسی غیر اسلامی رسوم جڑ چکی ہیں جو نہ صرف اسلامی تعلیمات کے خلاف ہیں بلکہ معاشرتی بگاڑ اور مالی مشکلات کا سبب بھی بنتی ہیں۔ نکاح کی تقریبات میں حد سے زیادہ اخراجات، مہنگے لباس، زیورات، اور پر تکلف کھانے کو لازم سمجھا جاتا ہے، اسلام میں جہیز کی کوئی گنجائش نہیں، لیکن ہمارے معاشرے میں اسے لازمی بنا دیا گیا ہے، جس سے کئی والدین پر غیر ضروری بوجھ پڑتا ہے اور لڑکیوں کی شادی میں تاخیر ہوتی ہے۔ بارات، مہندی، مایوں، اور دیگر تقریبات نہ صرف غیر ضروری ہیں بلکہ بعض اوقات اسلامی حدود کی خلاف ورزی بھی کرتی ہیں۔ شادیوں میں ناچ گانے اور مرد و خواتین کا آزادانہ میل جول اسلامی احکام کے خلاف ہے جو نکاح کی برکت اور پاکیزگی

کو متاثر کرتا ہے۔ اسلام میں نکاح کو سادگی، پاکیزگی اور برکت کا ذریعہ بنایا گیا ہے۔ مہنگی شادی، فضول رسوم، جہیز، اور اسراف جیسے عوامل اسلامی تعلیمات کے خلاف ہیں۔ ہمیں چاہیے کہ ہم نکاح کو شریعت کے مطابق انجام دیں تاکہ معاشرتی برائیوں کا خاتمہ ہو اور نکاح کے حقیقی فوائد حاصل ہوں۔ یہ تمام غیر اسلامی رسوم نکاح کے اصل مقصد کو بگاڑ دیتی ہیں اور اس مقدس رشتے کو مشکل بنا دیتی ہیں۔ اگر ہم اسلامی تعلیمات کے مطابق سادگی اور برکت کے ساتھ نکاح کریں، تو یہ نہ صرف دینی فریضے کی ادائیگی ہوگی بلکہ سماجی مسائل جیسے تاخیرِ نکاح، مالی مشکلات اور خاندانی تنازعات کا خاتمہ بھی ہوگا۔

حوالہ جات

[1]۔القرآن:،14:3۔

[2]۔القرآن:،189:7۔

[3]۔مسلم بن حجاج القشیری، الصحیح المسلم (بیروت: داراحیاء التراث العربی، س ن) کتاب النکاح، باب الدنیا کلھا متاع، رقم الحدیث:3649۔

[4]۔مسلم، الصحیح المسلم، کتاب النکاح، استیذان فی النکاح، رقم الحدیث:1419۔

[5]۔ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری، الجامع الصحیح البخاری (بیروت: دار طوق النجاۃ، 1422ھ)، کتاب النکاح، باب جامع مالا یجوز من النکاح، رقم الحدیث:6969۔

[6]۔ابن ماجۃ اعبداللہ محمد بن یزید القزوینی، سنن ابن ماجہ (الحلبی: دار إحیاء الکتب العربیۃ- فیصل عیسی البابی، س ن)، کتاب النکاح، باب من زوج ابنتہ، رقم الحدیث: 1874۔

[7]۔القرآن:28:23 تا 28۔

[8]۔البخاری، الجامع الصحیح البخاری، کتاب النکاح، باب عرض المرأۃ نفسھا، رقم الحدیث:5029۔

[9]۔المسلم، الصحیح المسلم، کتاب النکاح، باب الصداق وجواز کونہ تعلیم قرآن، رقم الحدیث:1420۔

[10]۔ابوداود سلیمان بن الاشعث السجستانی، سنن ابی داود (بیروت: المکتبۃ العصریۃ، صیدا، س ن)، کتاب النکاح، باب الصداق، رقم الحدیث:2106۔

[11]۔القرآن:50:33۔

[12]۔احمد بن حنبل، مسند احمد (بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ الطبعۃ: الأولی، 1421ھ-2001م)، 58/16577:4۔

[13]۔القرآن:،4:4 ۔

[14]۔القرآن:،21:4۔